حرف وسخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اقبال کے مکاتیب میں ذکرِ غالب

ڈاکٹر آمنہ سردار
پی ایچ۔ڈی اُردو، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
اسماء اصغر
ایم۔فل اسلامیات، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Both Ghalib and Iqbal are eminent critics of Urdu. Both are creators of their own styles and creators of their own language. They have immense powers of creativity and innovation. Both of them have a philosophical way of thinking. Both of them gave a new twist to our poetry by popularizing progressive trends in literature. Both Ghalib and Iqbal had objectivity and there is a difference between them, only that Iqbal's objectivity is disciplined and wise and Ghalib's objectivity is only playful and poetic. Allama Iqbal's poem "Mirza Ghalib" was first published in magazine "Makhzn" Lahore in September 1901. Ghalib is also mentioned or referred to in Urdu and Persian literature after Iqbal.

Keywords:

مکاتیبِ اقبال، موجد، جاوید اقبال، ذکرِ غالب، فلسفیانہ افکار

غالب اور اقبال دونوں اردو کے مایہ ناز نقاد ہیں۔ دونوں اپنے اپنے اسلوب کے موجد اور اپنی زبان کے خلاق ہیں۔ ابداع اور اختراع کی بے پناہ قوتوں کے مالک ہیں۔ دونوں کا طرز فکر فلسفیانہ ہے۔ دونوں نے ادب میں ترقی پسند رجحانات کو رواج دے کر ہماری شاعری کو ایک نیا موڑ عطا کیا۔

"اقبال اگر کسی کی اردو شاعر سے متاثر ہوئے ہیں تو وہ صرف غالب تھے۔" بانگ درا"
میں غالب پر جو نظم ہے اس میں کلام غالب کے ان نکات و محاسن کی تفصیل بھی ملتی ہے
جنھوں نے اقبال کو غالب کا گرویدہ بنالیا تھا اور یہ گرویدگی آخر تک قائم رہی۔"(۱)

"جاوید نامہ" میں ارواح جلیلہ کے عنوان سے روح غالب اور اقبال کا مکالمہ ملتا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ اقبال آخر تک روح غالب سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے بڑی معقول بات رقم طراز کی ہے:

"اقبال کے یہاں رومی بھی ہیں، نطشے بھی، کانٹ بھی اور برگساں بھی، کارل مارکس بھی

ہیں اور لینن بھی، بیدل بھی اور غالب بھی لیکن اقبال کے اندر ان سب میں کسی کی حیثیت جوں کی توں باقی نہ رہی۔ اس نے اپنے تصورات کا قالین بنتے ہوئے کچھ رنگین دھاگے اور بعض خاکے ان لوگوں سے لیے ہیں، لیکن اس کے مکمل قالین کا نقشہ کسی دوسرے نقشہ کی ہو بہو نقل نہیں ہے۔"(۲)

غالب اور اقبال دونوں کے پیش نظر مقصدیت تھی اور ان میں کوئی فرق ہے تو صرف یہ کہ اقبال کی مقصدیت متعین منضبط اور حکیمانہ ہے اور غالب کی مقصدیت صرف رندانہ اور شاعرانہ۔"بانگ درا"(طبع اول 1924ء) میں شامل مرزا غالب پر علامہ اقبال کی معرکۃ الآرا نظم "مرزا غالب" پہلے پہل ستمبر ۱۹۰۱ء کے رسالہ "مخزن" لاہور میں چھپی۔ اقبال کے بعد اردو اور فارسی کلام میں بھی غالب کا ذکر یا حوالہ ملتا ہے۔ سر عبدالقادر بانگ درا کے دیباچہ میں فرماتے ہیں :

"غالب و اقبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اگر میں مسئلہ تناسخ کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کو اردو، فارسی شاعری سے جو عشق تھا اس نے ان کی روح کو عدم میں چین نہ لینے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر جسد خاکی میں جلوہ افروز ہوں اور شاعری کے چمن کی آبیاری کریں اور اس نے پنجاب کے ایک گوشہ میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں دوبارہ جنم لیا اور اقبال کا نام پایا۔"(۳)

"واقعہ یہ ہے کہ طالب علمی کے دور سے آخر عمر تک اقبال غالب کے اثر و گرفت سے نہیں نکلے۔"(۴)

انگلش میں علامہ اقبال کی ایک ڈائری جو ۱۹۱۰ء کے درمیانی چند ماہ کی منتشر نگارشات کا مجموعہ ہے، ڈاکٹر جاوید اقبال کے تعارف کے ساتھ مرتب ہو کر Stray Reflections کے نام سے کتابی صورت میں چھپی۔ افتخار احمد صدیقی نے علامہ اقبال کی اس قیمتی بیاض کا اردو ترجمہ "شذراتِ فکر اقبال" کے نام سے مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ اس ڈائری میں دو جگہ پر اقبال نے مرزا غالب کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"میری رائے میں مرزا غالب کا فارسی کلام شاید مسلمانانِ ہند کی جانب سے وہ واحد پیش کش ہے جس سے ملت کے عام ادبی سرمائے میں کوئی مستقل اضافہ ہوا ہے۔ غالب یقیناً ان شعرا میں سے ہے جن کا ذہن اور تخیل انھیں مذہب اور قومیت کے تنگ حدود سے بالاتر مقام عطا کرتا ہے۔ غالب شناسی کا حق ادا ہونا ابھی باقی ہے۔"(۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ہیگل، گوئٹے، مرزا غالب، عبدالقادر بیدل اور ورڈز

ورتھ سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ ہیگل اور گوئٹے نے اشیاء کی باطنی حقیقت تک پہنچنے میں میر ی رہنمائی کی۔ بیدل اور غالب نے مجھے یہ سکھایا کہ مغربی شاعری کی اقدار اپنے اندر سمو لینے کے باوجود اپنے جذبے اور اظہار میں مشرقیت کی روح کیسے زندہ رکھوں اور ورڈزورتھ نے طالب علمی کے زمانے میں مجھے دہریت سے بچایا۔''(۶)

شاعری کے علاوہ اقبال کی نثر میں بھی متعدد مواقع پر غالب کا ذکر یا حوالہ آیا ہے۔ ذیل میں علامہ اقبال کے مکاتیب میں سے اس نوعیت کے بیانات احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کیلئے علامہ اقبال کے مکاتیب میرا ماخذ ہیں۔

کلیات مکاتیب اقبال (جلد اوّل)

مولوی انشاء اللہ خان کے نام

۱۲ ستمبر ۱۹۰۵ء

اللہ اللہ، حضرت محبوب الٰہیؒ کا مزار بھی عجیب جگہ ہے بس یہ سمجھ لیجئے کہ دہلی کی پرانی سوسائٹی حضرت کے قدموں میں مدفون ہے، خواجہ حسن نظامی کیسے خوش قسمت ہیں کہ ایسی خاموش اور عبرت انگیز جگہ میں قیام رکھتے ہیں شام کے قریب ہم اس قبرستان سے رخصت ہونے کو تھے کہ میر نیرنگ نے خواجہ صاحب سے کہا کہ ذرا غالب مرحوم کے مزار کی زیارت بھی ہو جائے کہ شاعروں کا حج یہی ہوتا ہے، خواجہ صاحب موصوف ہم کو قبرستان کے ایک ویران سے گوشے میں لے گئے، جہاں وہ گنج معانی مدفون ہے، جس پر دہلی کی خاک ہمیشہ ناز کرے گی۔ حسن اتفاق سے اس وقت ہمارے ساتھ ایک نہایت خوش آواز لڑکا ولایت نام تھا اس ظالم کا مزار کے پاس بیٹھ کر:

دل سے تری نگاہ ، جگر تک اتر گئی

کچھ ایسی خوش الحانی سے گائی کہ سب کی طبیعتیں متاثر ہو گئیں بالخصوص اس نے یہ شعر پڑھا:

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ آنکھیں پرنم ہو گئیں اور بے اختیار لوحِ مزار کو بوسہ دے کر اس حسرت کدہ سے رخصت ہوا۔ یہ سماں اب تک ذہن میں ہے اور جب کبھی یاد آتا ہے تو دل تڑپا جاتا ہے۔(۷)

مہاراجہ کشن پرشاد کے نام

۷مارچ 1914ء

گزشتہ ایام میں جب آپ لاہور تشریف لائے تھے تو میرے ورد زبان غالب مرحوم کا یہ شعر رہا کرتا تھا:

تھی خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا[۸]

"خان محمد نیاز الدین خاں" کے نام

لاہور :27جون1917ء

الحمد اللہ کہ آپ بخیریت ہیں اور مولوی گرامی صاحب بھی آب آلام وافکار سے آزاد ہیں۔ عرصہ ہوا میں نے انہیں خط لکھا تھا مگر ان کیلئے خط کا جواب دینا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا روس کا موجودہ حالات میں جرمنی سے لڑ سکنا۔ بہر حال یہ سن کر خوشی ہوئی کہ وہ جالندھر آنے کا قصد رکھتے ہیں۔ان کی صحبت سے زیادہ پر لطف چیز اور کونسی ہے۔اگر ممکن ہو سکتا تو میں یہ ایام بھی ہوشیار پور میں ان کی صحبت میں گزارتا۔ میری نسبت وہ جو کچھ کہتے ہیں اس میں محبت کا مبالغہ شامل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ محبت کا صحیح اندازہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوتی۔

مگر مولوی گرامی صاحب کا وعدہ وہی ہے جس کی نسبت مرزا غالب مرحوم عرصہ ہوا کہہ گئے ہیں:

ترے وعدے پر جیسے ہم تو یہ جان چھوٹ جانا (الخ)

مجھے یہ اندیشہ (ہے) کہ اگر میں ان سے ملنے کیلئے جالندھر آیا تو پھر وہ لاہور نہ آئیں گے۔ خیر یہ باتیں بعد میں سوچنے کی ہیں پہلے یہ دیکھنا ہے کہ جالندھر آتے بھی ہیں یا نہیں۔[۹]

مہاراجہ کشن پرشاد کے نام

لاہور: 30جون1917ء

فارسی مثنوی یا قصیدہ خوب لکھا گیا۔ میں نے اسے شروع سے آخر تک پڑھا ہے۔چونکہ سرکار نے ترمیم و تنسیخ کیلئے ارشار فرمایا ہے اس واسطے کسی کسی جگہ ترمیم کی جرأت کی ہے۔ طوالت کے خیال سے وجوہ ترمیم لکھے۔ سرکار پر خود بخود روشن ہو جائے گا۔چند اشعار کے گرد لکیر کھینچ دی ہے۔ان کی اشاعت میرے خیال میں مناسب نہیں کچھ اس وجہ سے کہ:

"بردار تو ان گفت و بہ منبر نتواں گفت"[۱۰]

"کلیات مکاتیب اقبال" (جلد دوم)

خان محمد نیاز الدین خان کے نام

لاہور: ۱۱فروری 1919ء

"آپ کے دوسرے مصرع میں ایک بہت بڑے شاعرے سے توارد ہو گیا۔ان کا شعر ہے:

آں چیز کہ درسینہ نہاں است نہ وعظ است

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

بردار تواں گفت و بہ منبر نتواں گفت(۱۱)

مگر مصرع جو قابل مصرع لگانے کا ہے یہ ہے:

ایں سرِّ خلیل ست بآذر نتواں گفت

یہ شعر مرزا غالب کے کلیات غالب فارسی میں موجود ہے۔ مرزا غالب کے اس فارسی شعر میں "چیز" کی جگہ "راز" ہے۔

ترجمہ:

(وہ راز جو ہمارے سینے میں چھپا ہوا ہے) وعظ نہیں ہے، اسے دار پر بیان کیا جا سکتا ہے، منبر پر نہیں)"(۱۲)

مہاراجہ کشن پرشاد کے نام

لاہور: ۲۶فروری ۱۹۱۹ء

"امیر حبیب اللہ والیٔ افغانستان کی خبر آپ نے سن لی ہوگی۔ جلال آباد میں کسی نے انہیں قتل کر دیا۔ لاہور میں تو یہ خبر پہلے سے مشہور تھی۔ کل اخبارات میں اس کا اعلان ہوا۔ بطن گیتی میں بھی نہ معلوم کیا کیا حوادث پوشیدہ ہیں۔ مرزا غالب خوب کہہ گئے۔

اے سبزۂ سرِ راہ از جورِ پاچہ نالی
در کیش روزگاراں گل خوں بہا ندادر(۱۳)

مرزا غالب کے اس فارسی شعر کا ترجمہ:

"اے راستے کے سبزے تو قدموں کے ظلم کی کیا شکایت کرتا ہے اس دنیا کا رواج ہے کہ پھولوں کا خوں بہا نہیں ہوتا۔"(14)

سید سلیمان ندوی کے نام

لاہور: 20اپریل 1922ء

دو باتیں دریافت طلب ہیں۔

۱۔ متکلمین میں سے بعض نے علم مناظر و مرایا کی رو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رویت ممکن ہے۔ یہ بحث کہاں ملے گی میں اس مضمون کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

۲۔ مرزا غالب کے اس شعر کا مفہوم آپ کے نزدیک کیا ہے۔

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

رحمةً للعالمینے ہم بود‘‘(۱۵)

’’مسئلہ امتناع نظری خاتم النبیین مولانا شاہ اسمٰعیل شہد اور مولانا فضل حق خیر آبادی میں بڑے ردو کد کا موضوع بن گیا تھا۔ شاہ صاحب اس بات کے قائل تھے کہ خاتم النبیین کا نظیر ممتنع بالخیر ہے باالذات نہیں۔ مولانا فضل حق نظیر کے ممتنع باالذات ہونے کے قائل تھے۔ مولانا، غالب کے نہایت گہرے دوست تھے انہوں نے غالب کو بھی اس بحث میں لپیٹ لیا۔ اور ان سے جبراً ایک مثنوی لکھوائی جو غالب کے فارسی کلیات میں موجود ہے۔ مولانا فضل حق نے اپنا نقطۂ نگاہ مع دلائل اچھی طرح غالب کے ذہن نشین کر دیا تھا۔ لیکن غالب اس مضمون کو نظم کرنے لگے تو قدرت باری تعالیٰ پر کوئی پابندی عائد کرنے کی کوئی صورت ان کے ذہن میں نہ آسکی لہٰذا انہوں نے یہ پہلو اختیار کیا کہ اس عالم میں تو خاتم النبیین کا نظیر پیدا ہو نہیں سکتا ہاں اللہ تعالیٰ دوسرے جہاں میں پیدا کر سکتا ہے اور ان جہانوں میں نئے خاتم بنا سکتا ہے۔

یک جہاں تا ہست یک خاتم است بس
خواہداز ہر ذرہ آدر عالمے
ہر کجا ہنگامۂ عالم بود
کثرت ابداع عالم خوب تر

قدرت حق راہ نہ یک عالم بست است
ہم بود ہر عالمے و خاتمے
رحمۃ اللعالمینے ہم بود
یا بیک عالم دو خاتم خوب تر

مولانا کو یہ استدلال پسند نہ آیا۔ اور کہا کہ اس حصے کو مثنوی سے نکال دو اور لکھو کہ کتنے ہی عالم پیدا ہو جائے۔ خاتم ایک ہی رہے گا۔ غالب نے امتثال امر کے طور پر لکھ دیا۔

غالب ایں اندیشہ پذیرم ہے
منشا ایجاد ہر عالم یکے است
خوردہ ہم بر خویش مے گیرم ہے
گردو صد عالم بود خاتم یکے است(16)

کلیات مکاتیب اقبال (جلد سوم)

پروفیسر ضیاء احمد بدیونی کے نام

۹ نومبر ۱۹۳۴ء

''حرف حاکم قوم میں اظہار کی کمی وضاحت ایک لازمی امر ہے۔ یہ کیفیت یعنی وضاحت کی کمی جو مومن کے یہاں اس قدر عام ہے، کسی قدر کمی کے ساتھ مومن سے کہیں زیادہ عمیق ذہنوں میں بھی نظر آتی ہے۔(جیسے غالب اور بیدل)اس مریض قوت ارادی کی دوسری علامات یا نتائج میں قنوطیت اور تصوف بھی شامل ہیں جس میں ابہام سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور تشنہ بیانی کو گہرائی سمجھ کر مزہ لیتے ہیں۔''(۱۷)

کلیات مکاتیب اقبال (جلد چہارم)

سید خلیل احمد کے نام

لاہور: ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء

''میں قریباً دو سال سے علیل ہوں گلے کی بیماری ہے جس کی وجہ سے میں کسی قسم کی تقریر نہیں کر سکتا میں اس رسم کو ادا کرنا اپنے لیے سرمایہ ٔافتخار جانتا ہوں مگر افسوس کے علالت کی وجہ سے ایسا کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ میں آپ کی سوسائٹی کو غالب کی قدر شناسی پر مبارکباد کہتا ہوں۔''(۱۸)

سید خلیل احمد دہلی میں مجسٹریٹ تھے۔ یہ طالب علمی کے زمانے میں اینگلو عربک کالج اور ینٹل سوسائٹی کے وائس پریزیڈنٹ تھے۔ جب سوسائٹی نے '' غالب ڈے'' منایا تو سر آغا خاں نے غالب کی تصویر کشی کی تھی۔ اس موقع پر مشاعرے کی صدارت کی دعوت علامہ کو دی گئی تھی۔ مذکورہ بالا خط اس کے جواب میں لکھا گیا۔

خواجہ حسن نظامی کے نام

''دو سال سے علیل ہوں۔

سخن اے ہم نشیں از من چہ خواہی
کہ من باخویش دارم گفتگوئے

پیغام کے لیے مراقبہ کیا تو مرزا ہر گوپال تفتہ مرحوم کی روح سامنے آگئی اور دلی والوں کے لیے یہ دو شعر نازل کر کے غائب ہو گئی۔

در محفل کہ افسونِ فرنگ از خود بوداورا

نگا ہے پردہ سو آور، دلے دانائے رازورا

مئے ایں ساقیانِ لالہ رو ذوقے نمی بخشد

زفیضِ حضرتِ غالب ہماں پیمانہ باز آورا(۱۹)

مرزہ کے اس فارسی شعر کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

ترجمہ:

''جس محفل میں افسون فرنگ نے بے خود کرر کھا ہے وہاں تو محض پردہ سوز نگاہ اور دلِ دانائے راز کے علاوہ کچھ کام نہیں دے سکتا لالہ رو ساقی جو شراب پلا رہے ہیں وہ بے کیف ہے۔ یہاں وہی پیمانہ پھر بھر لا جو حضرت غالب کے فیض سے حاصل ہو سکتا ہے۔''(۲۰)

محمد اکرام کے نام

لاہور: 03مئی ۱۹۳۷ء

(انگریزی سے)

''پچھلی دفعہ جب آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اپنی کتاب غالب نامہاور سورت کے آم جن کی عمدگی کی آپ نے تعریف کی تھی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔آموں کا انتظار تو کر سکتا ہوں لیکن غالب نامہ کے ریویوز اخبارات میں دیکھنے کے بعد اس کیلئے بے تاب ہوں۔ جلد از جلد ایک نسخہ بھیج دیجئے۔''(۲۱)

محمد اکرام کے نام

لاہور: 12مئی 1937ء

''آپ نے دیباچہ کی تیاری اور غالب کی غزلوں کی تاریخ وار ترتیب میں خاصی محنت و کاوش سے کام لیا ہے۔ بلاشبہ آپ نے غالب پر ایک نہاید عمدہ تصنیف پیش کی ہے۔ اگرچہ بد قسمتی سے مجھے آپ کے چند نتائج سے اتفاق نہیں۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ غالب کو اردو غزل میں بیدل کی تقلید میں مکمل ناکامی ہوئی۔غالب نے بیدل کے طرز کی نقالی ضرور کی۔ لیکن بیدل کے معانی سے ہے اس کا دامن تہی رہا۔بیدل فکر کے لحاظ سے اپنے ہم عصروں سے آگے تھا اس امر کے ثبوت میں شہادت پیش کی جا سکتی ہے کہ ہند اور بیرونی ہند کے معاصرین بید اور دیگر دلدادگانِ نظم فارسی کے نظریہ حیات کو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔''(۲۲)

شیخ محمد اکرام کی معروف تصنیف ''غالب نامہ'' مراد ہے۔

عباس علی خاں بمعہ حیدر آبادی کے نام

''آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ایک دوروز تک ہمارے عزلت کدہ میں وہ کیفیت تھی کہ جس کو غالب نے شاید ہماری محبت کے بارے میں موزوں کیا ہوگا۔

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل سے آغاز کیا
اور اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے پر اختتام کیا''(23)

عباس علی خاں لمعہ حیدر آبادی کے نام

میورو ڈلاہور:31اگست1937ء

جناب من۔ضعف بصارت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔اس واسطے وہ اپنے دستخط سے آپ کو خط نہیں لکھ سکے۔

''دیوان غالب کی ترسیل کیلئے آپ کے شکر گزار ہیں۔والسلام''(۲۴)

محمد شفیع ایم۔اے

چوہدری محمد حسن کے نام

لاہور: ۲۴جولائی ۱۹۲۳ء:(غیر مدون)

ڈاکٹر سپونر ترجمہ اچھا کرتے ہیں اگر وہ ''پیام مشرق'' کا ترجمہ کریں تو مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔اس کے ساتھ آپ کو کوفت کرنی پڑے گی۔ یہ کام مدت لے گا اور آپ اور ان کا ایک جگہ کچھ مدت کیلئے رہنا ضروری ہے کیونکہ آپ کو ترجمے کی تشریح بھی ضروری ہوگی (کم از کم بعض بعض جگہ) بالخصوص رباعیت کے ترجمے میں اگر ڈاکٹر سپونر مغربی افکار و خیالات فلسفیانہ سے واقف ہیں تو ان رباعیوں کی تلمیحات سمجھ جائیں گے گو یہ امر شعر کے لفظ اٹھانے کیلئے ضروری نہیں۔

''تاہم ترجمہ کرنے والوں کو ان باتوں کا جاننا ضروری ہے۔غالب، بیدل اور ظہوری کی مصرف محض ان کی تراکیب کیلئے ہے۔ ظہوری میں تراکیب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ بیدل کا فلسفہ غالب، غالبانہ سمجھا ہوگا۔ محض ترکیب کے لئے سب مدح و ثنا ہے اور بس غالب نے ترکیب ان سے سیکھی ہے۔ میں نے خود مرزا بیدل سے اس بارے میں استفادہ کیا ہے۔''(۲۵)

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر سلیم اختر (مرتبہ): ''علامہ اقبال، حیات فکر وفن، ۱۰۱ مقالات'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور: ۲۰۱۲ء، ص ۵۱۴

۲۔ ایضاً، ص ۵۱۵

۳۔ ایضاً، ص ۵۲۸

۴۔ ایضاً، ص ۵۲۹

۵۔ افتخار احمد صدیقی (مترجم): ''شذراتِ فکرِ اقبال'' لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۱۰۵

۶۔ ایضاً

۷۔ سید مظفر حسین برنی: ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' (جلد اول) بک کارنر، جہلم، فروری ۲۰۱۶ء، ص ۹۵۔۹۶

۸۔ ایضاً، ص ۲۷۹

۹۔ ایضاً، ص ۶۱۱۔۶۱۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۱۵۔۶۱۶

۱۱۔ سید مظفر حسین برنی: ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' (جلد دوم) بک کارنر، جہلم، فروری ۲۰۱۶ء، ص ۵۳

۱۲۔ ایضاً، ص ۵۳

۱۳۔ ایضاً، ص ۶۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۶۴

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۴۵۔۳۴۷

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۴۷

۱۷۔ سید مظفر حسین برنی: ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' (جلد سوم) بک کارنر، جہلم، فروری ۲۰۱۶ء، ص ۶۶۴

۱۸۔ سید مظفر حسین برنی: ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' (جلد چہارم) بک کارنر، جہلم، فروری ۲۰۱۶ء، ص ۲۰۸

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۸۴۔۲۸۵

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۸۵

۲۱۔ ایضاً، ص ۴۵۵

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۶۴

۲۳۔ ایضاً، ص ۷۶۴

۲۴۔ ایضاً، ص ۵۵۵

۲۵۔ ایضاً، ص ۹۷۶